بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحی کلمات

عبدالعظیم اصلاحی

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام على رسوله الأمين

جناب صدر، مہمانان گرامی اور معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افتتاحی کلمات کے لیے کسی بھاری بھرکم شخصیت کو مدعو کرنے کے بجائے اس ذمہ داری کو مجھ جیسے طالب علم کے سر ڈال کر، جو اس کا اہل نہیں تھا، جو کرم فرمایا گیا ہے، میں طے نہیں کر پا رہا ہوں کہ اس کے لیے شکوہ کروں یا شکریہ پیش کروں۔ تقاضائے اخلاق ومروت یہی ہے کہ اس ہمت افزائی کے لیے منتظمین کے تئیں اپنی ممنونیت کا اظہار کروں۔

حضرات! آپ کا یہ سمینار جو ''عصر حاضر کے مسائل اور قرآنی تعلیمات'' کے مرکزی عنوان کے تحت منعقد ہو رہا ہے، اپنی تنظیم و تیاری میں عام سمیناروں سے ذرا مختلف ہے۔ میں اپنی افتتاحی گفتگو میں سمینار کے موضوع سے متعلق کچھ کہنے کے بجائے اس کی انفرادیت یا وجہ امتیاز کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

سمینار اور کانفرنسیں عصر حاضر کے ان وسائل میں سے ہیں جن کے ذریعہ سنجیدہ اور مفید علمی تحقیقات کو فروغ دیا جاتا ہے۔ چند سال قبل سمینار کے نام سے علمی ملاقات واجتماعات کا انعقاد ہمارے اداروں میں اتنا عام نہیں ہوا تھا جتنا اب ہے، قرآنی علوم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس کا استعمال تو اور بعد میں ہوا۔ سمیناروں کے بڑھتے ہوئے رجحان اور رواج سے اس کے معیار اور نوعیت (STANDARD AND QUALITY) میں بڑا فرق آیا ہے، جس طرح ایک زمانہ میں چند یونیورسٹیوں کے ساتھ جامعہ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جو اس کے حقیقی معنوں

میں تھا، اب بے شمار مدارس و مکاتب نے اس لفظ کا غیر حقیقی استعمال شروع کردیا ہے بلکہ بعض دفعہ عصری اداروں میں بھی دیکھنے میں آیا کہ سمینار کے بیش تر مقالے جلد بازی میں آخر دم تک لکھے گئے جن میں تحقیق وتحیص کے آداب و روایات کی بہت کم رعایت کی گئی۔ سمینار کا حاصل (ACHIEVEMENT) یہ رہا کہ بہت بڑی تعداد میں مقالے پیش کیے گئے جن کا ذکر منتظمین نے بڑے فخر سے کیا۔ گویا عدد یا کمیت (NUMBER AND QUANTITY) کو کامیابی کا معیار سمجھ لیا گیا، حالانکہ سمینار کوئی مجلس مناثرہ یا مشاعرہ نہیں ہوتے کہ برجستہ کوئی خیال آیا اور اس پر طبع آزمائی فرمادی۔ اس طرح کے فی الفور خیالات کے لیے مقالہ خوانی کے بعد سوال و جواب اور تبصرہ وتأثرات کا وقفہ عام طور پر میسّر نہیں ہوتا۔

حضرات! ایک کامیاب سمینار کے لیے صرف موضوعات اور تاریخِ انعقاد کا اعلان کافی نہیں ہوتا، اور نہ اس کے لیے مقالات کی کثرت ضروری ہے۔ سمینار کو مفید اور معیاری بنانے کے لیے کچھ اور اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ اپنے مختصر تجربات کی روشنی میں ان میں سے بعض کا ذکر بطور مثال پیش خدمت ہے۔

سمینار کے موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے اس پر تحقیقی مقالہ لکھنے کے لیے سال چھ مہینے کا وقت دیا جاتا ہے اور ایک تاریخ مقرر کرکے مقالہ نگار سے اس کے مقالہ کا عنوان اور اس کا خلاصہ یا ابتدائی خاکہ پہلے طلب کرکے اطمینان کرلیا جاتا ہے کہ مقالہ سمینار کے موضوع سے متعلق ہے اور کوئی نئی چیز یا موجودہ معلومات میں اضافہ پیش نظر ہے۔

ایک دوسری تاریخ دی جاتی ہے مکمل مقالہ ارسال کرنے کی۔ پھر ان مقالات پر بعض ماہرین یا محکمین (REFEREES) کی رائے لی جاتی ہے کہ مقالہ کا معیار کیسا ہے۔ اس میں کوئی اضافہ ہے یا محض تکرار ہے۔ آیا مقالہ نویس کو اس موضوع سے متعلق پہلے سے موجود ادبیات وتحقیقات کا علم ہے؟ زبان و بیان کا معیار کیا ہے؟ حوالہ جات کیسے ہیں؟ بنیادی مآخذ پر مبنی ہے یا ثانوی ذرائع سے مدد لی گئی ہے؟ موضوع اگر دینی ہے تو کسی شرعی اصول کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

پھر ایک اور تاریخ دے کر محکمین (REFEREES) کی رایوں کو مقالہ نگار کے پاس

بھیج دیتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں وہ اپنے مقالہ پر نظر ثانی کرلے اور جہاں ترمیم واضافہ ضروری ہو اس کی تعمیل کرلے۔ اس پوری مشق (EXERCISE) کے بعد جو چیز سامنے آتی ہے وہ واقعی سمینار کا حاصل ہوتی ہے۔

ہم میں سے جو حضرات اس طرح کی مشقوں کے عادی نہ ہوں وہ شاید اس طرح کے جھمیلوں میں پڑنے کو فضول کام سمجھیں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ سمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے اور انھیں خوب سے خوب تر بنانے کے لیے یہ طریقہ نہایت مؤثر ومفید ہے۔

حضرات! میں اس تلخ نوائی کے لیے معافی چاہوں گا کہ ہمارا عام طور پر یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو میں نے لکھ دیا وہ حرف آخر ہے۔ ہم چوں من دیگرے نیست۔ اور یہ کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا جس پر کوئی قلم رکھنے کی جرأت نہ کرے۔ اپنے ہم پیشہ وہم شعبہ (Colleagues) کو اپنی تحریر دکھانے کو کسر شان سمجھتے ہیں حالانکہ کب کس سے کہیں کوئی چوک ہوجائے یا کسی دوسرے کے ذہن میں کوئی نئی بات آجائے اس امکان سے کون انکار کرسکتا ہے۔ ہم سب اس واقعہ سے واقف ہیں کہ جب حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور خلیفۂ رسولؐ نے مہر کی تحدید کرنی چاہی تو کس طرح ایک بڑھیا نے اپنے قرآنی استنباط سے ان کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ میں بھی اپنے اصحاب کے ساتھ قرآنی افادہ واستفادہ کی مثالیں ملتی ہیں، دو واقعات پیش ہیں:

قال عبدالله بن مسعودؓ قال لی رسول الله ﷺ وهو علي المنبر إقرأ عليّ، قلت أقرأ عليك؟ وعليك انزل قال اني احب أن اسمعه من غيري. فقرأت سورة النساء حتى أتيت إلى هذه الآية "فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هئولاء شهيدا". قال حسبك الآن فالتفت اليه فاذا عيناه تذرفان .

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا اس حال میں کہ

آپ ﷺ منبر پر رونق افروز تھے، مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا، کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ وہ آپ پر نازل ہوا ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا میں اس کو کسی اور سے سننا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا ''کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر قوم سے ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے اور آپ کو ان لوگوں کے خلاف گواہ بنا کر پیش کریں گے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو اب۔ جب میں نے آپ کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں کو اشک بار پایا۔

وعن انسؓ انہ قال قال النبی ﷺ لابی بن کعبؓ ان اللہ امرنی أن أقرأ علیک القرآن. قال، اللہ سمّانی، قال نعم. قال وقد ذکرت عند رب العالمین ؟ قال نعم فذرفت عیناہ.

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں قرآن پڑھ کر سناؤں، انھوں نے دریافت کیا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر حکم دیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا کیا رب العالمین کے دربار میں میرا ذکر آیا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ یہ سن کر ان کی دونوں آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

(دونوں احادیث متفق علیہ ہیں اور امام بغوی نے اپنی کتاب مصابیح السنۃ، ج ۱، ص ۳۲۸ پر ان کا ذکر کیا ہے۔ دار القلم، بیروت، بدون تاریخ)

بے شک یہ دونوں احادیث ریسرچ و تحقیق سے متعلق نہیں ہیں مگر ان سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علمی و تحقیقی کاموں میں اپنے برابر یا کمتر سے بھی تعامل و تفاعل مرغوب و مطلوب طریقہ ہے۔ اس عمل کی تاثیر دو طرفہ ہوتی ہے۔ صاحب مقالہ محکم (Referee) کی رایوں اور مشوروں سے مستفید ہوتا ہی ہے۔ خود ریفری بھی اس سے بہت کچھ سیکھتا ہے اور اس کی علمی تربیت ہوتی رہتی ہے۔

استاذ محترم پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی (متعنا اللہ بطول بقائہ) جو ہماری خوش قسمتی سے اس وقت اس جلسۂ افتتاحیہ کے صدر نشیں ہیں، آپ کے علمی و تحقیقی مرتبہ سے کون ناواقف

ہوگا، آپ کا معمول ہے کہ جب کسی موضوع پر لکھتے ہیں تو دوران تحریر یا مقالہ لکھ کر اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کو پڑھنے کے لیے دیتے ہیں اور ان سے تبادلہ خیال بھی کرتے ہیں اس طرح ان کے تأثرات اور تبصروں کی روشنی میں اس کو حتمی شکل دیتے ہیں۔

اس طرح کا ایک واقعہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ میں نے ۱۹۷۲ء میں شعبۂ معاشیات میں داخلہ لیا، ان دنوں استاذ محترم کے پاس مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کی جانب سے رویت ہلال اور ماہ صیام سے متعلق ایک سوال نامہ آیا ہوا تھا۔ استاذ محترم نے اس کا جواب لکھنے کے بعد اس نو وارد طالب علم کو عنایت فرمایا تاکہ میں اس کو پڑھ اپنی رائے دوں۔ مجھے حیرت ہوئی اور کچھ الٹے سیدھے ملاحظات لکھ کر دے بھی دیے۔ لیکن بعد میں اس کی حکمت و افادیت سمجھ میں آئی۔

ادارہ علوم القرآن کے منتظمین نے اس قرآنی سمینار کو معیاری اور بہتر بنانے کی طرف اس بار ایک قدم اٹھایا ہے۔ پہلی ہی بار میں وہ ان تمام مراحل پر عمل پیرا نہیں ہو سکے جن کی طرف میں نے ابھی کچھ دیر پہلے اشارہ کیا ہے۔ انھوں نے اس سمینار کے لیے مقالات تاریخ انعقاد سے صرف ایک ماہ قبل جمع کرنے کی درخواست کی تاکہ انھیں پڑھ کر ان کی موضوعیت، موزونیت اور معیار پر مطمئن ہوسکیں اور سمینار کے موقع پر اس مطبوعہ شکل میں پیش کرسکیں۔ شاید یہ پہلا تجربہ تھا اور وقت بھی زیادہ نہیں دیا گیا تھا اس لیے اتنی رعایت کی کہ مقالہ ارسال کرنے کی مہلت میں کچھ توسیع کردی۔ پھر بھی جیسا کہ مجھے معلوم ہوا چونکہ اکثر حضرات سمینار کی تاریخ سے بہت پہلے مقالہ لکھنے کے عادی نہیں رہے ہیں اس لیے وہ دوسری تاریخ پر بھی اپنے مقالات تیار نہیں کر سکے۔ ان کی تحقیقات کی عدم شمولیت پر سبھی کو قلق ہے۔ منتظمین لائق صد ستائش ہیں کہ انھوں نے اس سمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات کا پیشگی مجموعہ تیار کردیا ہے۔ چونکہ یہ کام نہایت کم وقت میں بعجلت انجام پایا ہے اس میں پروف ریڈنگ اور دوسری بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں گی۔ امید ہے کہ آپ ان کی نشاندہی فرما کر ان سے درگذر فرمائیں گے۔ اہل ادارہ آپ کے مشکور ہوں گے۔

مجھے قوی امید ہے کہ علوم القرآن کے سمینار کو مفید اور معیاری بنانے کی یہ کوشش، ان شاء اللہ جاری رہے گی۔ اس سلسلہ کے دوسرے اقدامات بھی کیے جائیں گے اور ادارہ علوم القرآن سے وابستہ حضرات صحیح معنوں میں سمینار کی تنظیم کا نمونہ پیش کریں گے۔ آئندہ اس کی تیاری اور پہلے سے شروع ہوگی تاکہ تاریخوں میں توسیع کی ضرورت نہ رہے۔ توقع ہے کہ اہل علم و تحقیق ادارہ علوم القرآن کی اس جدوجہد کو خوش آمدید کہیں گے اور اس میں ان کے ساتھ پورا تعاون فرمائیں گے۔ **وباللہ التوفیق و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔**